اہل حدیث کے فتاویٰ کی حقیقت

جرابوں پر مسح کرنا

سوال(۵۱۲) از قلم مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ۲۱ دسمبر ۱۳۲۶ھ کے اہل حدیث میں ہر ایک جراب پر مسح کے جواز کا فتویٰ شائع ہوا ہے اور دلیل میں اس طرح حدیث ترمذی نقل کی ہے۔ مسح رسول الله صلى الله عليه وسلم على الجوربين یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح کیا۔ حدیث کا مضمون تو اتنا ہی ہے اس پر بعض حضرات یہ بڑھاتے ہیں کہ موٹی جرابوں پر کرنا چاہئے ان کو چاہئے کہ اس قید کا ثبوت کسی نص سے پیش کریں اور جو ہر ایک جراب پر مسح کہتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(۳۱ دسمبر ص ۱۲)

فاضل مفتی کو لازم تھا کہ حدیث مذکور سے استدلال کرنے سے پہلے اس امر کی تحقیق کرتا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جرابوں پر مسح فرمایا ہے کیا وہ جرابیں سوتی تھیں یا اونی۔ ثخین تھیں یا رقیق ودونه خرط القتاد شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود ص ۶۲ میں لکھتے ہیں وانت خبير ان الجورب يتخذمن الاديم وكذ امن الصوف وكذ امن القطن ويقال لكل من هذا انه جورب ومن المعلوم ان هذه الرخصة بهذا العموم التى ذهبت اليها تلك الجماعة لاتثبت الابعد ان يثبت ان الجوربين الذين مسح عليهماالنبى صلى الله عليه وسلم كان من صوف سواء كا نامنعلين او ثخينين فقط ولم يثبت هذا قط فمن اين علم بجواز المسح على الجوربين غير المجلدين بل

يقال ان المسح يتعين على الجوربين المجلدين لاغير هما لانهما فى معنى الخف والخف لايكون الا من الاديم نعم.لوكان الحديث قولياً بان قال النبى صلى الله عليه وسلم امسحوا على جوربين مكان مسح على الجوربين يمكن الاستدلال بعمومه على كل انواع الجورب واذليس فليس. یعنی جورب جس طرح چمڑے کی بنائی جاتی ہے اسی طرح اون اور سوت سے بنتی ہے۔ چمڑے کی ہو یا اون یا سوتی سب کو جورب کہتے ہیں وہ جب تک یہ ثابت نہ کریں کہ جن جرابوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسح کیا وہ اونی تھیں (یا سوتی) منعل تھیں یا ثخین، تب تک ہر قسم کی جرابوں پر مسح کی اجازت نہیں ہو سکتی اور یہ بات (کہ حضور علیہ السلام کی جرابیں سوتی یا اونی غیر مجلد و منعل تھیں) ثابت نہیں ہو سکتی غیر مجلد جرابوں پر مسح کا جواز کہاں سے معلوم ہوا بلکہ کہا جائے گا کہ مسح مجلدین پر متعین ہے کیونکہ مجلدین خف (موزہ) کے معنوں میں ہیں اور خف (موزہ) چمڑہ کا ہوتا ہے ہاں اگر حدیث قولی ہوتی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوتا کہ جرابوں پر مسح کرو تو ہر قسم کے جرابوں پر مسح کے جواز پر حدیث کے عموم سے استدلال ممکن تھا۔ جب حدیث قولی نہیں تو یہ استدلال بھی ممکن نہیں۔ اسی عون المعبود کے ص ٦١ میں لکھا ہے۔

"قاموس میں ہے کہ جورب پاؤں کے لفافہ کو کہتے ہیں" اور لفافہ جامہ بیرونی کو کہتے ہیں۔ صراح میں ہے لفافہ جامہ بیرونی کہ برپاء مردہ و جزء آں پیچند۔ لہ ر جامہ بیرونی اس وقت صادق آئے گا جب کہ اس کے اندر بھی کوئی دوسرا جامہ وغیرہ ہو۔ اسی واسطے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لمعات میں لکھا ہے وہ یہ کہ جورب ایک موزہ ہے جو موزوں پر پہنا جاتا ہے ٹخنوں تک اس لئے کہ سردی سے بچاؤ ہو اور نیچے کا موزہ میل کچیل سے محفوظ

رہے۔

(عون المعبود ص ۶۱)

علاوہ اس کے لفافۃ الرجل عام ہے کہ چمڑے سے ہو یا اون سے یا روئی سے۔ جیسی کہتے ہیں۔ الجورب لفافة الجلد وهو خف معروف من نحو ساق۔ یعنی جورب چمڑہ کے لفافہ کو کہتے ہیں، وہ موزہ معروف ہے ساق تک معلوم ہوا کہ چمڑہ کے موزہ کو بھی جورب کہتے ہیں اسی طرح شوکانیؒ شرح منتقی میں لکھتے ہیں۔ الخف من ادم يغطى الكعبين والجرموق اكبر منه يلبس فوقه والجورب اكبر من الجرموق۔ موزہ چمڑہ کی نعل ہے جو ٹخنوں کو ڈھانپ لیتی ہے جرموق اس سے بڑا ہے جو موزہ پر پہنا جاتا ہے اور جورب اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جورب ایک موزہ کی قسم ہے جو موزہ سے بڑا ہوتا ہے۔ شمس الائمہ حلوانی نے جورب کی پانچ قسم کہا ہے جن میں ایک قسم رقیق چمڑہ کا بھی لکھا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جورب چمڑے کا بھی ہوتا ہے۔ تو جن جوربین پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح فرمایا ممکن ہے کہ وہ چمڑہ کی ہوں، جن کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں خفین کہا گیا ہے جن کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

علاوہ اس کے حدیث ترمذی جس کو مفتی اہل حدیث نے نقل کیا ہے اس میں والنعلین کا لفظ بھی ہے جس کو فاضل مفتی نے کسی مصلحت کے لئے نقل نہیں کیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن المغيرة بن شعبة قال توضا النبى صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتیوں پر مسح کیا جو ترمذی ص ۱۵ کے حاشیہ پر بحوالہ خطابی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف جرابوں پر مسح

نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ مسح نعلین بھی فرمایا۔ تو جو شخص صرف جرابوں پر (بلا نعلین) مسح جائز کہتا ہے اس پر دلیل لازم ہے شاید اسی مصلحت کے واسطے مفتی اہل حدیث نے والنعلین کو اڑا دیا۔ اگر کہا جاوے کہ آپ نے مسح علی الجوربین اور نعلین پر علیحدہ علیحدہ کیا ہو گا تو اس احتمال کو سیاق حدیث رد کرتا ہے اس لئے کہ ایک وضو میں مسح جوربین اور نعلین کا جدا جدا متصور نہیں۔

علامہ عینی شرح ہدایہ ص۳۲۹ میں فرماتے ہیں کون الجورب منعلاً وھو محمل الحدیث الذی رواہ ابوموسیٰ الاشعری وغیرہ یعنی امام اعظم رحمہ اللہ نے جو کہ جرابوں کا منعل ہونا فرمایا ہے یہی اس حدیث کا محمل ہے جس کو ابو موسیٰ اشعری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ بہر حال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جرابوں پر مسح کیا ہے یا تو ان کو چرمی جراب پر محمول کریں گے یا ٹخین پر چونکہ حدیث میں مطلق جورب آیا ہے اور فعل کی حکایت میں عموم نہیں ہوتا اس لئے ہر قسم کے جورب پر مسح کا جواز حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تحقیق اس حدیث کی صحت تسلیم کرنے کے بعد ہے جس کو مفتی نے حوالہ ترمذی لکھا ہے۔ ورنہ سلف سے اس حدیث پر جرح منقول ہے۔ ابو داؤد مع عون المعبود کے صفحہ ۲۶۰ میں ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف اس حدیث کو بیان نہیں کیا کرتے تھے اس لئے مغیرہ سے جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ نسائی سنن کبریٰ میں فرماتے ہیں لانعلم احداً تابع اباقیس علی ھذہ الروایۃ والصحیح عن المغیرۃ انہ علیہ السلام مسح علی الخفین اھ۔

(نصب الرایہ ص۹۶۔)

ہم نہیں جانتے کہ ابو قیس کا اس روایت میں کوئی متابع ہو صحیح مغیرہ سے یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ شیخ بیہقی نے کہا

ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کو سفیان ثوری و عبدالرحمٰن بن مہدی واحمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و علی بن مدینی و مسلم بن حجاج نے ضعیف کہا اور مشہور مغیرہ سے حدیث مسح موزوں کی ہے۔

قال النووی کل واحد من هولاء لوانفرد قدم علی الترمذی مع ان الجرح مقدم علی التعدیل. نووی کہتے ہیں کہ ان ائمہ میں سے ایک ایک ترمذی پر مقدم ہے۔ علاوہ اس کے جرح مقدم ہے تعدیل پر حفاظ اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ ترمذی کا حسن صحیح کہنا معقول نہیں (زیلعی ص ۹۷) احیاء السنن ص ۱۳۰ جلد اول میں بروایت ابن ابی شیبہ لکھا ہے سعید بن میسب و حسن بصری رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جرابیں جبکہ دبیز ہوں ان پر مسح جائز ہے۔ اسی طرح ترمذی ص۱۵ میں ہے یمسح علی الجوربین وان لم یکونا منعلین اذاکان ثخینین کہ جرابیں اگرچہ منعل نہ ہوں جبکہ موٹی (گاڑھی) ہوں تو مسح جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ غیر ثخینین جو حکم خف میں نہیں ان پر مسح جائز نہیں۔ واللہ علم۔ ضمیمہ ختم ہوا۔

(امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۲۰ تا ۲۲۳)

جواب شبہ ثانی در حدیث شش عید و قول امام

سوال (۴۸۵) چھ روزہ شوال میں بحکم حدیث صحیح مسلم من صام رمضان ثم اتبعه ستامن شوال کان کصیام الدهر انتہی مسنون و مستحب ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ بہر حال خواہ متتابع خواہ متفرق عید الفطر کے بعد ہوں مکروہ فرماتے ہیں چنانچہ عالمگیری فقہ معتبرہ حنفیہ میں مرقوم ہے ویکره صوم ستة من شوال عندابی حنیفة متفرقاکان اور متتابعاً۔ انتہےٰ لہذا امام نووی رحمہ اللہ حدیث مذکور کی شرح فرماتے ہیں۔

هذا الحدیث الصحیح الصریح واذاثبت السنة لاتترك

لترك بعض الناس واكثرهم ي تكلمهم بها۔

(انتہی، نووی جلد اول ص ۳۶۹)

لہذا عرض ہے کہ ہم مقلدین کو مطابق ارشاد امامنا الاعظم رحمہ اللہ کے ان روزوں کو مکروہ سمجھ کر نہ رکھنا چاہئے یا حسب تصریح حدیث شریف عمل کرنا چاہئے مگر ایسی صورت میں کہ مطابق حدیث صحیح صریح ہے قول امام چھوڑنے میں ترک تقلید تو لازم نہ آوے گا کیونکہ تقلید تو مسائل اجتہادیہ میں ہوتی ہے نہ منصوص میں اور نیز حسب وصیت مجتہدین اذاصح الحديث فهو مذهبي اتركوا قولي بقول الرسول صلى الله عليه وسلم ترک تقلید بھی لازم نہیں آتی کیونکہ اگر مسائل منصوصہ ہیں تو محل تقلید بھی نہیں اتباع حدیث حسب تصریح ماہر فن محدثین واجب ہے اور اگر اس کو بھی تقلید ہی کہا جاوے تو حسب مقولہ ائمہ رحمہم اللہ میں ترک تقلید رکھی اور عمل بالسنۃ کو مکروہ و ناجائز جانا تو اندیشہ ہے کہ حسب تحذیر ائمہ و علماء مورد عتاب نہ ہو جاوے چنانچہ امام بن حجر رحمہ اللہ فتح الباری جلد ۱۳ ص ۲۸۴ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں۔

ويستفاد من ذلك ان امره صلعم اذاثبت لم يكن لاحد ان يخالفه ولايتحيل فى مخالفته بل يجعله الاصل الذى يرد عليه ماخالفه لاباً لعكس كما يفعله بعض المقلدين ويغفل عن قوله تعالىٰ فليحذر الذين يخالفون عن امره الاية انتہی

اور داشتہ داشتہ شرک فی الرسالۃ میں مبتلا نہ ہو جاوے معاذ اللہ منہ۔

یہ عرض فقیر حقیر محض بنظر تحقیق واخلاص پر مبنی سمجھ کر جواب باصواب سے ممتاز فرمادیں، فقط والسلام۔

الجواب: فى الدر المختار وندب تفريق صوم الست من شوال

ولایکرہ التتابع علی المختار خلافاللثانی حاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسة بعدہ فلوافطر الفطر لم یکرہ بل یستحب ویسن ابن الکمال فی ردالمحتار قولہ علی المختار قال صاحب الھدایة فی کتاب التجنیس ان صوم الستة بعد الفطر منھم من کرھہ والمختارانہ لاباس بہ الی اخیر ماقال واطال وقال وتمام ذلک فی رسالة تحریر الاقوال فی یوم الست من شوال للعلامتہ قاسم وقدرد فیھا علی مافی منظومة التبانی وشرحھا من غروة الکراھة مطلقا الی ابی حنیفة وانہ الاصح بانہ علی غیر روایة الاصول وانہ صحح مالم یسبقہ احدالی تصحیحہ وانہ صحح الضعیف و عمدالی تعطیل مافیہ الثواب الجزیل بدعویٰ کا ذبة ثم ساق کثیر من نصوص کتب المذھب فراجعھا فافھم ج۲ ص۲۰۱ مصریة وفی العالمگیریة بعد نقل قول الکراھة والاصح انہ لاباس بہ کذافی محیط السرخسی ج۱ ص۱۲۹ فعلم بھذہ النصوص المذھبیة ان القول بالکراھة لم یصح نسبتھا الی الامام وانہ دعوی بلادلیل فلایلزم اشکال ترک الحدیث ولا ترک قول الامام لانہ یوافق الحدیث

(شوال ۱۳۴۴ھ تتمہ ثانیہ ص ۱۷۴)(امداد الفتاوی ج ۲ ص ۳۸۴ تا ص ۳۸۵)

رسالہ ملاحة البیان فی فصاحة القران

السوال(۵۱۵) پرچہ اہل حدیث کا ایک تراشہ ملفوف خدمت ہے حسب فرصت اس مضمون کے متعلق اپنی اجمالی رائے عالی سے مطلع فرمایا جاوے، یہ محض اپنے اطمینان خاطر کے لئے چاہتا ہوں کسی اخباری بحث ومباحثہ سے مطلق تعلق نہیں۔

نقل تراشہ، تعاقب کا جواب : علمی مضامین میں اختلاف ہونا اور علمی طریق سے اس پر گفتگو ہونا مستحسن اور علمی طریق ہے اخبار اہل حدیث میں اس کا سلسلہ ابتداء سے جاری ہے مخالف مضمونوں کو بھی جگہ دی جاتی ہے آج بھی اس کی نظیر پیش ہے اہلحدیث ۱۸ جون ۱۹۳۷ء میں ایک فتویٰ درج ہوا تھا جو دراصل ضلع اعظم گڈھ کے ایک اہل علم کے حق میں تھا جس نے لکھا تھا کہ قرآن مجید میں بعض الفاظ غیر مناسب محض سجع کے لحاظ سے آئے ہیں موصوف کے حق میں لکھا گیا کہ یہ ان کی علمی غلطی ہے کفر فسق نہیں، معاصر "محمدی" دہلی نے اس پر تعاقب کیا، تعاقب کے الفاظ یہ ہیں (مدیر) ۱۸ جون کے اہل حدیث میں صفحہ نمبر ۱۳ سوال نمبر ۱۷۵ کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے، ہمارے خیال میں اس میں تسامح ہو گیا ہے، لہذا فاضل مفتی صاحب نظر ثانی کریں تو بہتر ہے۔ اصول زبان کی حیثیت سے بعض الفاظ قرآنی کو غیر انسب اور غیر احسن کہنا اسماء سور کو بجائے رہبری کے غلط خیال پیدا کرنے والے کہنا سوائے دہریت کی رہنمائی کے اور اپنی نیچریت کے اظہار کے اور لوگوں کے دلوں سے تعظیم قرآن دور کرنے کے کسی نیک نیتی پر محمول نہیں ہو سکتا پھر نیت کا علم کسی کو نہیں شرعی فتوے ظاہر پر ہیں پس شخص مذکور کی علمی غلطی کے ساتھ ہی اس کے فسق و فجور کا بھی اس میں پورا دخل ہے واللہ اعلم۔

جواب مرقوم اہلحدیث : اخبار اہلحدیث ۱۸ جون صفحہ ۱۳ میں سوال نمبر ۱۷۵ قرآن میں سجع کے لئے غیر انسب لفظ کا مستعمل ہونا اور اسماء سور کا مضمون سور کی طرف رہبری نہ کرنے کا جو جواب دیا گیا ہے اس پر اخبار محمدی دہلی یکم جولائی ص ۱۶ میں تعاقب کیا گیا ہے کہ ایسا خیال دہریت اور نیچریت اور فسق و فجور کا ہے، اللہ معاف کرے فاضل متعاقب سے اس میں

شدید تسامح ہوا ہے اجلہ صحابہؓ سے نہ محض سجع و فواصل میں بلکہ آیتوں کے فواتح و اوساط کے بعض الفاظ کی بابت اسی قسم کا قول منقول ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت سورہ رعد اَفَلَمْ یَیْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ میں (فلم ییئس کی جگہ افلم یتبین مناسب تھا دوسری ربک (اسراء) کی جگہ دوصی ربک بہتر تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آیت نساء وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ میں اصل زبان کی رو سے المقیمون انسب تھا آیت مائدہ وَالصَّابِئُوْنَ میں الصابئین زیادہ اچھا تھا کیونکہ ان کے اسم پر عطف ہونے کی وجہ سے اس کا مرفوع ہونا غیر مناسب ہے ان کے حوالوں کے لئے دیکھئے الکلمات الحسان فی الحروف السبعة للقران (طبع مصر) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شان میں وارد ہے وکان رسولاً نبیا چونکہ ہر رسول کا نبی ہونا لازمی ہے اس لئے نبی کا لفظ یہاں زائد ہے محض سجع کے لئے آیا ہے (المثل السائر) حافظ سیوطیؒ اتقان میں آیت لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا کی بابت ناقل ہیں الاحسن الفصل بینهما الخ

یعنی زیادہ اچھا تھا کہ دونوں مجروروں لک اور علینا کو الگ الگ کر دیا جاتا، مگر سجع اور فاصلہ کی رعایت سے دونوں مجروروں کو ایک ساتھ جمع کر دیا ہے اور تبیعا کو پیچھے ذکر کیا ہے پھر چالیس مثالیں قرآن سے ایسی لکھی ہیں جن میں رعایت قافیہ کے لئے اصول زبان کی خلاف ورزی کی گئی ہے آیت سورہ طٰہٰ لَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی۔ آیا ہے اصول زبان کی رو سے فتشقیان مناسب تھا آیت فرقان وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اماما کی جگہ ائمۃ مناسب تھا مگر رعایت فواصل کے باعث دونوں جگہ واحد کے صیغہ اور صورت میں لایا گیا ہے

حدیثوں میں بھی اس کی مثالیں بہت ہیں حسنؓ و حسینؓ کی دعاء کا کلمہ اعیذکما بکلمات الله التامة من کل شیطان وهامة میں اصول زبان کی رو سے لامہ کی جگہ ملمہ انسب تھا لیکن تجنج کا لحاظ کرتے ہوئے یہی لامہ انسب ہے فتح الباری میں ہے قال لامه لیوافق لفظ هامه لکونه اخف علی اللسان

ایک حدیث میں ہے عورتوں کو آپ نے فرمایا ارجعن مازورات غیر ماجورات (اوکماقال) اصول زبان کی رو سے مازورات کی جگہ موزورات انسب تھا (الفائق)

ایک حدیث میں ہے خیر المال سکة مابورة ومهوة مامورة۔ باعتبار اصول زبان مامورۃ مومرۃ ہونا چاہئے تھا۔ (الفائق للزمخشری) محض تجنج کی رعایت سے اصول زبان کو چھوڑ دیا پس تجنج کے لحاظ سے یہی انسب ہے گو اصول زبان کی رو سے غیر انسب ہے۔

اسی طرح اسماء سور کی بابت صحابہؓ سے متعدد ناموں کا ثبوت ملتا ہے، وہ فرمایا کرتے کہ سورہ نساء قرآن میں تین ہیں (۱) سورہ بقرہ یہ سورہ نساء کبریٰ ہے (۲) سورہ نساء یہ سورہ نساء وسطیٰ ہے (۳) سورہ طلاق یہ سورہ نساء قصریٰ یا صغریٰ ہے اسی سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک سورۃ بقرہ کا نام اس کے پورے مضامین کی طرف رہبری نہیں کرتا حضرت ابن عباسؓ سورہ انفال کو سورہ بدر فرماتے، سورہ حشر کو سورہ بنی نضیر کہتے سورہ توبہ کو سورہ فاضحہ بلکہ سورہ توبہ کے دس سے زیادہ نام منقول ہیں (فتح الباری) اور سورہ فاتحہ کے تو بکثرت اسماء ہیں اس کے اکیس ناموں کی فہرست مولانا سیالکوٹی نے اپنی تفسیر واضح البیان میں دی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی نام لکھے گئے ہیں یہ متعدد نام ان کے مختلف مضامین کو مدنظر رکھ کر ہی مقرر کئے گئے ہیں جلالین میں بعض

سورتوں کے نام کچھ اور مرقوم ہیں ہندی مطابع کے مصاحف میں کچھ اور اور مصری چھاپوں میں کچھ اور اتقان میں ہے۔ يسمون الجملة من الكلام والقصيدة بماهو اشهرفيها وعلے ذلك جرت اسماء، سور القران (ص۱۶۹) یعنی عرب نثر اور قصیدوں کا نام اس میں کسی مشہور کے نام سے رکھ دیتے ہیں، اسی اصول پر قرآن کی سورتوں کے نام بھی ہیں بلکہ بائبل کے صحائف و اسفار کے نام بھی اسی طرز سے رکھ لئے ہیں گلستاں بوستاں کریما، ماقیماں کے نام بھی یہ مضمون علمی ہے لور بسط چاہتا ہے، اخباری گنجائش اور اس کے ناظرین کے ملال طبع کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ولعل فيه كفاية لمن له دراية (اخبار کا مضمون ختم ہوا)

الجواب: من المدرسة قال تعالى فى الكهف اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجاً عوج مقابل ہے استقامت کا کسی شئے کی استقامت یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا اختلال نہ ہو پس عوج عام ہوگا ہر اختلال کو اور یہ نکرہ ہے تحت نفی کے پس ہر قسم کا عوج منفی ہوا اسی بناء پر روح المعانی میں اس کی یہ تفسیر کی۔

اى شيئاً من العوج باختلال اللفظ من جهة الاعراب ومخالفة الفصاحة وتناقض المعنے وكونه مشتملاً علے ماليس بحق اوداعيا لغير الله اه وقال تعالىٰ متحديا وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّانَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

ان نصوص قطعیہ سے قرآن مجید کا ہر قسم کے نقص سے منزہ ہونا اور اس تنزیہ میں اس کا معجز ہونا مصرح ہے نیز اس پر تمام امت کا ایسا اجماع ہے کہ اس عقیدہ کو اس درجہ ضروریات دین سے سمجھا جاتا ہے کہ اس کے انکار پر بالاتفاق کفر کا حکم کیا جاتا ہے اور اہل ایمان تو بجائے خود رہے قرآن کے اس

اعجازی کمال کا اقرار ہمیشہ کفار کو بھی رہا، اگر نعوذ باللہ اس میں شائبہ بھی کسی قسم
کے نقص کا ہوتا تو کیا وہ خاموش رہتے اور جس طرح اس کے اعجاز پر یہ
نصوص دلیل نقلی قطعی ہیں ثبوتاً بھی دلالۃً بھی اسی طرح بڑے بڑے اساطین
کلام کا عجز اس کی دلیل عقلی قطعی بھی ہے ثبوتاً بھی دلالۃً بھی اور قاعدہ متفق
علیہ بین اہل ملت و بین اہل عقل ہے کہ ایسے قطعی کا معارض ایسا قطعی تو ہو
نہیں سکتا لاستلزامہ الجمع بین النقیضین اگر معارض ظنی ہو تو اگر معصوم سے
منقول ہو تو ثبوت کا انکار رداۃ کی غلطی سے واجب ہے اور دلالت کی تاویل
واجب ہے اور اگر غیر معصوم سے ہو اگر وہ محل حسن ظن نہیں تو ردو ابطال
واجب اور اگر محل حسن ظن ہے تو سند میں جرح یا تاویل مستحسن ہے۔

اس مقدمہ کی تمہید کے بعد جتنی روایات واقوال موہم تعارض پائی
جاویں تو وہ معارض ہی نہیں جیسے بعض کلمات کا اصول کے خلاف ہونا کیونکہ
درحقیقت وہ مطلق اصول کے خلاف نہیں صرف اصول مشہورہ کے خلاف
ہیں تو اصول کا انحصار مشہورہ میں یہ خود غلط ہے اکثر تو ان کے مقابل دوسرے
اصول بھی پائے جاتے ہیں اور اگر بالفرض مطلقاً اصول کے خلاف ہونا بھی
ثابت ہو جائے اگرچہ یہ فرض تقریباً باطل ہے لیکن اس کو فرض کر لینے کے
بعد بھی اصول کی تدوین کو ناقص کہا جاوے گا اصول کی مخالفت سے ایراد نہ کیا
جاوے گا، کیونکہ اصول خود فصحائے اہل لسان کے کلام کے تتبع سے جمع کئے
جاتے ہیں فصحائے اہل لسان ان کے تابع نہیں ہوتے اور اس کے تسلیم میں
کسی کو کلام نہیں ہو سکتا جیسے اصول فقہ مجتہدین کے فروع سے مستنبط ہوتے
ہیں مجتہدین اپنے فروع کو ان پر مبنی نہیں کرتے یا اگر معارض ہیں تو واجب
الرد یا ماول ہیں اس تحقیق کلی سے تمام جزئیات کا فیصلہ ہوتا ہے بعضے جزئیات
بطور مثال کے ذکر بھی کی جاتی ہیں مثلاً فواصل کی رعایت کی تقدیم یہ بھی ایک

صحیح اصل ہے کما صرح بہ فی الاتقان نوع ۵۹ فصل ۲، اور یہ اس وقت ہے جب صرف یہی رعایت موجب ہو مگر خود اسی میں کلام ہے قرآن مجید میں بے شمار مواقع ایسے ہیں کہ فواصل میں تجع کا سلسلہ شروع ہو کر ایک آیت میں سلسلہ ٹوٹ گیا اور اس کے بعد پھر عود کر آیا اس سے معلوم ہوا کہ صرف رعایت فواصل کی اس مخالفت کی داعی نہیں بلکہ اس میں اور بھی اسباب غامض ہوتے ہیں چنانچہ اتقان کی نوع تاسع وخمسون میں ایسے امثلہ کے بعد بعنوان تنبیہ ابن الصائغ کا قول نقل کیا ہے۔ لایمتنع فی توجیه الخروج عن الاصل فی الایات المذکورة امور اخری مع وجه المناسبة فان القران کما جاء فی الاثرلا تنقضی عجائبه۔ اور مثلاً ابن عباسؓ سے ایک ایسی ہی روایت منقول ہے اس کی نسبت ابو حیان کہتے ہیں۔

من روی عن ابن عباسؓ انه قال ذلك فهوطا عن فی الاسلام ملحد فی الدین وابن عباس بری من ذلك القول کذافی روح المعانی تحت قوله تعالیٰ حتی تستانسوامع کلام علی بن حیان والذی تکلم اختار توجیها اخر

اور مثلاً ایک ایسی ہی روایت کے متعلق روح المعانی میں تحت آیت افلم ییئس الذین امنوا میں کہا ہے۔ راما قول من قال انما کتبه الکاتب وهونا عس فسوی اسنان السین فهوقول زندیق ابن ملحدعلی مافی البحر و علیه فروایة ذلك کمافی الدر المنثور عن ابن عباسؓ غیر صحیحة

اور اس کے غیر صحیح ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اتقان نوع سادس و ثلاثون کی فصل سوم کے سوال عاشر کے جواب میں خود ابن عباسؓ سے اس کے خلاف منقول ہے اسی طرح ہر مقام کے متعلق خاص خاص

تحقیقات ہیں جن کا ذکر موجب تطویل اور اجمال مطلوب فی السوال کے خلاف ہے اور ایک ان سب روایات کا مشترک جواب ہے جس کو اپنی تفسیر بیان القرآن حاشیہ عربیہ متعلقہ آیت حتیٰ تستانسوا سے نقل کرتا ہوں۔

والذی تقرر عندی فیه وفیماورد من امثاله علی تقدیر ثبوت هذه الروایات ان هولاء رضی الله عنهم سمعوا القرات التی اختار وهامن رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یستمعوا القرات الموجودة ثم ان تلك القرا ات نسخت ولم یبلغهم الخبر فدا ومواعلیها وانکر واغیرها لمخالفة ظاهر القواعد وعدم سماعه کما کان ابو الدرداء یقرء والذکر والانثی وکانت عائشةؓ تقرا خمس رضعات اه

اور اسماء سور کے تعدد کا اس بحث میں کچھ دخل نہیں ان میں تعارض ہی کیا ہے مگر ان اسماء میں سے کسی کو غیر مناسب کہنا بدعت شنیعہ ہے کیونکہ بعض اسماء خود احادیث صحیحہ مرفوعہ میں وارد ہیں علیٰ ہذا احادیث کے ایسے مقامات کا جواب بھی ان ہی اصول سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً موزورات کی جگہ مازورات فرمانا یہ بھی ایک اصل میں داخل ہے اس اصل کا اصطلاحی نام ہے ازدواج کذافی القاموس ولنسم هذا المجموع ملاحة البیان فی فصاحة القران

(اشرف علی للسادس والعشرین ذی قعدہ ۱۳۲۶ھ)

ضمیمہ موضحہ از مفتی مدرسہ

بہر حال جس قدر روایات جواب تعاقب میں مذکور ہیں چونکہ وہ ظاہرا ارشاد خداوندی اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجاً کے معارض اور قرآن میں اختلال کو مستلزم ہیں اس لئے بمقتضائے اصول حدیث

ان سب کا رد کرنا واجب ہے جیسا بعض روایات کا غلط و موضوع ہونا تفسیر روح المعانی سے نقل بھی کر دیا۔ اسی طرح ظاہر یہ ہے کہ دوسری روایات بھی غلط اور مخترع ہیں اگر اس کے رجال و رواۃ سے بحث کی جائے گی تو امید ہے کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی پس جو شخص ان روایات کی بناء پر تعاقب کا جواب دے رہا ہے اس کے ذمہ ان روایات کی صحت کا ثابت کرنا لازم ہے ورنہ خرط القتاد بدوں اس کے ان روایات سے ایسے مضمون پر استدلال کرنا جس کی نفی خود قرآن اور اجماع و تواتر عقلی و نقلی سے ہو چکی ہے ہرگز جائز نہیں اور بعد ثبوت صحت کے ان کا جواب وہ ہے جو اوپر مفصلاً بیان کیا گیا پس کسی کا یہ کہنا کہ بعض مواقع پر محض قافیہ اور بندش کے لئے قرآن میں غیر انسب لفظ مستعمل ہوتا ہے یقیناً نہایت سخت کلمہ ہے جس کا سننا بھی گوارا نہیں ہو سکتا اور جتنی عبارتیں جواب تعاقب میں نقل کی گئی ہیں کسی کا بھی یہ یقینی مدلول نہیں کہ محض قافیہ اور بندش کے لئے قرآن میں کوئی غیر انسب لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسماء سور کے تعدد سے کس کو انکار ہے مگر یہ کہنا کہ موجودہ اسماء سور قرآنیہ بجائے رہبری کے غلط خیال پیدا کرتے ہیں نہایت کریہہ اور شنیع کلمہ ہے کہ اس کا بھی سننا گوارا نہیں ہو سکتا، اور یقیناً قرآن کریم کی عظمت و حرمت کی حفاظت زید و عمر راویوں کی عظمت و حرمت سے بدرجہا زائد و لازم ہے اور ایسے کلمات شنیعہ کی حمایت کے لئے اگر روایات موضوعہ ضعیفہ سے سہارا لیا جائے گا تو زندقہ اور الحاد کا باب مفتوح ہو جائے گا کیونکہ زنادقہ وضاعین و کذابین نے بہت حدیثیں اور روایتیں وضع کی ہیں نیز کفار اہل اسلام کے مقابلہ میں ان سے احتجاج کریں گے اس لئے روایات میں تحقیق سند اور تنقیح رجال کو علمائے امت نے واجب فرمایا ہے انتہت الضمیمۃ۔

(امداد الفتاوی جلد ۴ ص ۷۵۴ تا ص ۷۶۲)

وسلم یقول اهتزالعرش الموت سعد بن معاذ وفی روایة قال
اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ وفی روایة قال اهتز
عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ متفق علیه

(مشکوٰۃ ص٥٦٧)

حدیث نمبر۴ : عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم ان الجنة تشتاق الی ثلثة علیؓ و عمارؓ وسلمانؓ رواه
الترمذی

(مشکوٰۃ ص ٥٧٠)

حدیث۵ : عن انس قال قال ابوبکر لعمر بعد وفاة رسول
الله صلی الله علیه وسلم انطلق بنا الی ام ایمن نزورها کما
کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یزو رها الحدیث رواه
مسلم

(مشکوٰۃ ص ٥٤٠)

حدیث نمبر٦ : عن جابر فی حدیث طویل فلمارای (صلی الله
علیه وسلم) مایصنعون طاف حول اعظمها بیددا ثلث مرات
الحدیث رواه البخاری

(مشکوٰۃ ص٥٢٩)

حدیث نمبر۷ : عن جابرانه سمع رسول الله صلی الله علیه
وسلم یقول لماکذبنی قریش قمت فی الحجر فجعل الله لی بیت
المقدس الحدیث متفق علیه

(مشکوٰۃ ص ٥٢٢)

وفی اللمعات جاء فی حدیث ابن عباس فجئی بالمسجد

حتی وضع عند دار عقیل وانا انظر الیہ

بعد نقل ان احادیث کے جوابا عرض کرتا ہوں کہ سوال میں معترض
کے دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ یہ قلب موضوع ہے دوسرا یہ کہ یہ
ناممکن ہے قول اول کی دلیل یہ بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کی تعظیم طواف سے کی اور قول ثانی کی کوئی دلیل بیان نہیں کی سو قلب
موضوع کا جواب حدیث نمبر ا سے ظاہر ہے کہ ابن عمرؓ کعبہ سے ہر مومن کو
افضل بتارہے ہیں اور اول تو یہ امر مدرک بالرائے نہیں اس لئے حکما مرفوع ہو
گا اور اگر اس سے قطع نظر بھی کی جاوے تاہم کسی صحابی سے اس پر نکیر منقول
نہیں پھر اس کی صحت میں کیا شک رہا پھر ابن ماجہ میں تو اس کے رفع کی
تصریح ہے اور بھی اچھی ہے اب کلام مذکور کی بھی حاجت نہیں رہی رہ گیا
طواف فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کا اور اس کی تعظیم کرنا سو یہ
ایک امر تعبدی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مساجد کا احترام
فرماتے تھے تو کیا مسجد کا آپ سے افضل و اعظم ہونا لازم آگیا اسی طرح بیت
معظم بھی آپ سے افضل نہ ہوگا پھر جب آپؐ اس سے افضل ہوئے اور پھر آپ
نے اس کا طواف کیا تو اس سے ثابت ہوگیا کہ مفضول کا طواف افضل کر سکتا
ہے سو اگر مؤمن بیت معظم سے مفضول بھی ہوتا تب بھی افضل کا طواف کرنا
مفضول کے لئے جائز ہوتا چہ جائے کہ مومن کا افضل ہونا بھی ثابت ہوگیا پھر
تو کچھ بھی استبعاد نہ رہا باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے اس سے یہ بھی
لازم نہیں آتا کہ انسان کو جہت سجدہ بھی بنایا جائے یا انسان کا کوئی طواف کرنے
لگے اور یہ سب اس وقت ہے کہ طواف بطور تعظیم ہو اور اگر یہ طواف لغوی ہو
بمعنی آمدورفت جو مقارب ہے زیارت کا تو وہ اپنے مفضول کے لئے بے
تکلف ہو سکتا ہے جیسا حدیث نمبر ۵ و ٦ میں مصرح ہے اور محض ایسے امور

جوابات سوالات متعلقہ غیر مقلدین

سوال (۵۴۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ آیا فی زمانا غیر مقلدین جو اپنے تئیں اہلحدیث کہتے ہیں اور تقلید شخصی کو ناجائز کہتے ہیں۔ بہیئۃ کذائیۃ داخل اہلسنت والجماعت ہیں یا نہیں یا مثل فرق ضالہ روافض و خوارج وغیرھا کے ہیں ان کے ساتھ مجالست و مخالطت و مناکحت عامی مقلدین کو جائز ہے یا نہیں اور ان کے ہاتھ کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

سوال دوم: دوسرے ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا ان کا عامی مقلدین کی جماعت میں شامل ہونا درست ہے یا نہیں۔

الجواب عن السوال الاول والثانی

مسائل فرعیہ میں کتاب و سنت واجماع و قیاس مجتہدین سے تمسک کر کے اختلاف کرنے سے خارج از اھل سنت نہیں ہوتا البتہ عقائد میں خلاف کرنے سے یا فروع میں حجج اربعہ مذکورہ کو ترک کرنے سے خارج از اھل سنت ہو جاتا ہے اور مبتدع کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے اس قاعدے سے سب فرقوں کا حکم معلوم ہو گیا۔ (۳۰ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ تتمہ خامسہ ص ۲۲۷)

(امداد الفتاوی ج ۴ ص ۴۹۳)

توجیہ زیارت کعبہ حسناء بعضے اولیا را

سوال (۵۰۹) بابت استقبال قبلہ شامی و بحر الرائق وطحطاوی بر مراقی الفلاح وباب ثبوت النسب در مختار و شامی وغیرہ معتبرات فقہیہ سے جو جواز آنے بیت اللہ شریف کا واسطے زیارت اولیاء اللہ کے بلکہ طواف اولیاء کرنے کے ممکن و منجملہ کرامات ہونا لکھا ہے اور روض الریاحین میں امام یافعی وغیرہ میں

وقوع اس کا اور دیکھنا ثقات ائمہ و علماء کا اس کرامات کو منقول ہے، اس کو غیر مقلدین لغو غلط امر کہتے ہیں ان کا قول و خیال یہ ہے کہ کعبہ ایسا معظم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشرف المخلوقات تھے اس کی تعظیم طواف سے کی وہ دوسرے اپنے سے کم درجہ کی زیارت وطواف کے لئے جائے یہ قلب موضوع و ناممکن امر ہے ہاں اگر قرآن و حدیث سے یہ امر مدلل کیا جاوے تو قابل تسلیم ہو سکتا ہے لہذا علمائے احناف کی جناب میں گذارش ہے کہ عقیدے کو نصوص قرآن و احادیث سے یا باستنباط از آیات و احادیث مدلل و ثابت فرما کر کتب فقہ حنفیہ و روض الریاحین وغیرہ تالیفات ائمہ سلف کو دھبہ غیر معتمد ہونے سے بچائیں اور جہاں تک جلد ممکن ہو جواب سے سرفراز فرمائیں اس امر کی نسبت سخت نزاع درپیش ہے ؟۔

الجواب ا : عن ان عمرؓ انه نظر يوماً الى الكعبة فقال ما اعظمك وما اعظم حرمتك والمومن اعظم حرمة عندالله تعالىٰ منك اخرجه الترمذى وحسنه (ص ٤٤ ج٢، مطبوعه مجتبائى و رواه ابن ماجة مرفوعاً عن ابن عمر ولفظه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة يقول ما اطيبك واطيب ريحك واعظم حرمتك والذى نفس محمد بيده لحرمة المومن اعظم عندالله حرمة منك الخ ص ٢٠٩ اصح المطابع،

حدیث نمبر ۲ : عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اريت الجنة فرايت امراة ابى طلحة وسمعت خشخشة امامى فاذا بلال رواه مسلم

مشکوٰۃ ص ٥٦٧)

حدیث نمبر ۳ : عن جابر قال سمعت النبى صلى الله عليه

سے افضلیت کا لزوم کیسے ضروری ہو گا جب کہ حدیث نمبر ۶ میں تقدم بلالؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منقول ہے اسی لئے اس تقدم کو شراح حدیث نے تقدم الخادم علی المخدوم سے مفسر کیا ہے پس ایسا ہی یہاں ممکن ہے نیز عرش جو کہ تجلی گاہ خاص حق ہے اور اس کی صنعت میں کسی بشر کو دخل نہیں ظاہر ابیت معظم سے افضل ہے باوجود اس کے اس کی حرکت ایک امتی کے لئے حدیث نمبر ۳ میں مذکور ہے سو اسی طرح اگر بیت معظم کسی مقبول امتی کے لئے حرکت کرے تو کیا استبعاد ہے نیز روح اس حرکت کی اشتیاق ہے سو جنت جو کہ حق تعالیٰ کے تجلی خاص کا دار ہے حدیث نمبر ۴ میں اس کا مشتاق ہونا بعض اتیان مقبولین کی طرف وارد ہے تو کعبہ کا اشتیاق بھی کسی مقبول امتی کی طرف کیا مستبعد ہے۔

پس ان حدیثوں سے خود زیارت و طواف کا استبعاد تو دفع ہو گیا جو کہ بحث نقلی تھی اب صرف یہ بحث عقلی باقی رہی کہ خانہ کعبہ اتنا بھاری جسم ہے یہ کیسے منتقل ہو سکتا ہے سو اول تو ان اللہ علی کل شیئی قدیر میں اس کا جواب عام موجود ہے دوسرے حدیث نمبر ۷ کے ضمیمہ میں جواب خاص بھی ہے جو خصائص کبریٰ جلد اول ص ۱۶۰ میں نقل کیا ہے تخریج احمد و ابن ابی شیبہ والنسائی والبزار والطبرانی وابی نعیم بسند صحیح اور یہ سب گفتگو قول اول کے متعلق تھی رہا قول ثانی کہ یہ ناممکن ہے سو استفسار یہ ہے کہ آیا عقلاً ناممکن ہے یا شرعاً یا عادۃً اول کا انتفاء ظاہر ہے اگر شق ثانی ہے تو معترض کے ذمہ اس کا ثبوت ہے وانی لہ ذلک، اور اگر شق ثالث ہے تو مسلم ہے بلکہ مفید ہے کیونکہ کرامت ایسے ہی واقعہ میں ہے جو عادۃً ممتنع ہو ورنہ کرامت نہ ہو گی اب ایک شبہ باقی ہے وہ یہ کہ حس اس کی مکذب ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہوا ہو سو ایسا ہی شبہ حدیث سابع کے ضمیمہ میں

ہوتا ہے سو جو اس کا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے، اور وہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اتفاق سے کعبہ کا دیکھنے والا کوئی نہ ہو اذا اراد الله تعالیٰ شیئاھیا اسبابہ۔ اور یہ اس وقت ہے جب یہی جسم منتقل ہوا ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کا محکوم علیہ ہے جس طرح حدیث نمبر ۴ میں آپ نے بلالؓ کی مثال کو دیکھا تھا ورنہ بلالؓ یقیناً اس وقت زمین پر تھے، اب صرف ایک عامیانہ شبہ رہا کہ اس کی سند جب تک حسب شرائط محدثین صحیح نہ ہو اس کا قائل ہونا درست نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ خود محدثین نے غیر احکام کی احادیث میں سند کے متعلق ایسی تنقید نہیں کی یہ تو اس سے بھی کم ہے یہاں صرف اتنا کافی ہے کہ راوی ظاہرا ثقہ ہو اور اس واقعہ کا کوئی مکذب نہ ہو

اس تقریر سے اس کا جواب بھی نکل آیا جو سوال میں ہے کہ اگر قرآن و حدیث سے مدلل کیا جاوے الخ وہ جواب یہ ہے کہ اگر مدلل کرنے سے یہ مراد ہے کہ بعینہ وہی واقعہ یا اس کی نظیر قرآن و حدیث میں ہو تب تو اس کے ضروری ہونے کی دلیل ہم قرآن و حدیث ہی سے مانگتے ہیں نیز ائمہ محدثین کی کرامات کو کیا اس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ جن اصول پر وہ مبنی ہے وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہوں تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر حاصل ہے۔

تنبیہ : یہ سب اصلاح تھی غلو فی الانکار کی باقی جو غالی فی الاثبات ہیں علمایا عملاً ان کی اصلاح بھی واجب ہے واللہ اعلم۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۲۹ تا ۳۵۲)

غیر مقلدین کے بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

عارف باللہ، خسرو دربار اشرفی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب